سامی مذاہب کے سماجی اور مذہبی تہوارات و رسوم میں مختلفات کا تنقیدی جائزہ

A critical examination of the variations in the social and religious festivals and customs of the Semitic religions

*ڈاکٹر حسن آراء

**نصیب اللہ

Abstract

The rituals and festivals of Judaism and Christianity are fabricated and they create distortions in the society. The evil and dangerous customs mentioned above on different occasions are a stigma on the face of Islamic society. Observance of these rituals disgraces the Islamic civilization and the Muslim society. The high values that Islam encourages to cultivate are neglected. Sometimes religious beliefs and regulations are also violated. Above all, the financial loss caused by extravagance and wasteful spending is very destructive, even the poor are forced to follow the traditions established by the rich. And suffering from all kinds of tortures, they sit on stakes up to their honor and dignity. While the study of Islamic teachings makes it clear that celebrating Islamic holy festivals and expressing happiness is actually to remember the abundant blessings bestowed by Allah Ta'ala and thank them. Likewise, the Muslim Eid Philosophy is gratitude for the blessings of Allah, prayers and supplications, self-sacrifice and mutual unity and solidarity, and not just happiness and praise which is devoid of spirituality. This research paper mentions the differences between the social and religious festivals and customs of the Semitic religions.

Keywords: Judaism, Christianity, Islam, festivals, customs,

سامی(الہامی) مذاہب میں نومولود سے متعلق رسوم میں مختلفات

* ایس ایس ٹی (جنرل)، جی سی ایم ایچ سکول، تہکال بالا پشاور

** ایم فل سکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

یہودی صحیفوں کے مطابق، ختنہ خدا اور اسرائیلی لوگوں کے مابین معاہدہ کی علامت بن گیا۔ کوئی بھی یقینی

طور پر نہیں کہہ سکتا کہ یہ خاص طریقہ کار یہودیوں کے لئے کیوں لازمی ہوگیا، لیکن کچھ محققین کا خیال ہے کہ یہ قدیم سے ہجرت کر گیا۔ یہودیت میں تبدیلی کا لازمی جزو ہے، اور یہاں تک کہ بالغ مرد جو بھی اس عقیدے میں تبدیل ہونا چاہتے ہیں انہیں ختنہ کی رسم سے گزرنا چاہیئے۔ قدیم زمانے میں، دونوں غلام اور غیر ملکی مہمان جو مذہبی تقریبات میں شریک ہونا چاہتے تھے ان کا ختنہ کیا جاتا تھا۔

یہودی رسومات کے مطابق، نوزائیدہ لڑکوں کی زندگی کے آٹھویں دن ہی ختنہ کیا جاتا ہے۔ آٹھ دن موقع سے منتخب نہیں ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے، نوزائیدہ کے لئے یہ طریقہ کار مضبوط تر بننے کے لئے کافی ہے، اور اس کی ماں کو جنم دینے کے بعد ہوش آیا اور وہ خدا کے لئے بچے کے پختہ آغاز میں شریک بننے میں کامیاب ہوگئی۔ آٹھ دن بھی دیئے گئے ہیں تاکہ شیر خوار مقدس سبت سے بچ سکے اور اس کے ذریعہ وہ تقدیس میں حصہ لینے کے لئے تیار تھا۔ جدید طب کے نقطہ نظر سے، یہ نقطہ نظر مکمل طور پر جائز ہے، کیونکہ واقعی میں ایک ہفتہ کافی ہے کہ بچہ سرجری کے لئے تیار ہو۔

ختنہ دوپہر کے وقت کیا جاتا ہے، عام طور پر صبح سویرے خدا کے سامنے حکم کو پورا کرنے کی خواہش ظاہر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ روایتی طور پر، عبادت خانے میں ختنہ کیا جاتا ہے، لیکن آج یہ رسم گھر میں ادا کی جاتی ہے۔ اس سے قبل، یہ تقریب خاندان کے کسی بھی فرد (یہاں تک کہ ایک عورت) کے ذریعہ بھی انجام دی جاسکتی تھی، لیکن آج کل یہ ایک خاص تربیت یافتہ شخص کے سپرد ہے جس کو طبی تربیت دی جاتی ہے (اسے "مور" کہا جاتا ہے)۔ گھر میں، ختنہ دس بالغ مرد رشتے داروں کی موجودگی میں ہوتا ہے جو برادری کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نیز، ربیّ کی موجودگی میں اسپتالوں میں سرجنوں کے ذریعہ تقریب انجام دینے کی اجازت ہے۔

ابتدائی طور پر، ایک سینڈک نے ختنہ کے عمل میں ایک بڑا کردار ادا کیا - ایک شخص جس نے اس طریقہ کار کے دوران ایک بچے کو اپنے بازوؤں میں تھام لیا۔ عیسائیت میں، اس کا کردار گاڈ فادر کے قریب تر ہے۔ 20 ویں صدی کے وسط میں، ایک اور تصور سامنے آیا۔ چنانچہ انہوں نے تقریب میں ایک بچہ لانے والے شخص کو فون کرنا شروع کیا۔ کواٹر (عام طور پر کواٹر کی شریک حیات) نے اسے اس کی ماں سے ایک بچہ منتقل کیا، اور یہودی عبادت گاہ کے عضو تناسل سے دور ہو گئے۔

تقریب کے بعد ، بچے کو ایک نام دیا گیا ہے ، اور کنبہ برادری کے نئے رکن اور اس کے خوش والدین کو مبارکباد پیش کرتی ہے۔

اسلام میں طریقہ کار کی کوئی صحیح عمر نہیں ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے ہی ختنہ کی سفارش کی جاتی ہے ، اور جتنا

جلد ممکن ہو جلد از جلد۔ مختلف لوگوں کے درمیان جو لوگ اسلام کا دعوی کرتے ہیں ان میں رسم کی تاریخیں مختلف ہوتی ہیں۔ 8 سے 13 سال تک کے لڑکوں ، ترک شہروں میں رہنے والے عربوں ، ایک دیہاتی سے تعلق رکھنے والے عرب ، گاؤں سے تعلق رکھنے والے عرب ، بعد میں ، 12-14 سال کی عمر میں ایک تقریب کا انعقاد کرتے ہیں۔ مذہبی ماہرین نے بچے کی زندگی کے ساتویں دن کی تقریب کے لئے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔

یہودیت کے برخلاف ، اسلام میں اس بارے میں کوئی تفصیلی ہدایت موجود نہیں ہے کہ یہ تقریب کس کو اور کس وقت ہونی چاہئے۔ یہ تقریب کس طرح اور کس کے ذریعہ انجام دینی چاہئے اس کی کوئی واضح روایات موجود نہیں ہیں۔ لہذا ، جدید مسلمان اکثر ہسپتال جاتے ہیں ، جہاں وہ کسی بچے کا ختنہ کرسکتے ہیں۔ البتہ ختنہ کرنا تو سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے، فقہی اعتبار سے مردوں کے لئے واجب ہے ۔ اس کی دلیل صحیحین کی درج ذیل حدیث ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْفِطْرَةُ خَمْسٌ – أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ – الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ»(1)

ترجمہ: "پانچ اشیاء فطرتی ہیں: ختنہ کرنا، زیرناف بال مونڈنا، مونچھیں کاٹنا اور ناخن کاٹنا، اور بغلوں کے بال اکھیڑنا"

ختنہ کرانا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء کی سنت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ ثَمَانِينَ سَنَةً، وَاخْتَتَنَ بِالقَدُومِ»(2)

ترجمہ: "ابراہیم علیہ السلام نے اسی (80) سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور آپ نے "قدوم" (تخفیف کے ساتھ) (کلہاڑی) سے ختنہ کیا۔"

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ختنہ بھی ان خصلتوں میں شامل تھا جن کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو آزمایاتو ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پورا کیاتو اللہ تعالی نے انہیں لوگوں کا امام بنا دیا. اور یہ بھی مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے شخص تھے جن کا ختنہ کیا گیا، صحیح یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر میں ختنہ کرایا تھا، اور عیسی السلام تک ان کے بعد آنے والے رسول اور ان کے پیروکار بھی ختنہ کراتے رہے، عیسی السلام نے بھی ختنہ کرایااور نصاری بھی ختنہ کا انکار نہیں کرتے ہیں"۔(3)

اور شرعی ختنہ یہ ہے کہ: عضو تناسل کے سرے کو ڈھانپنے والی چمڑی کاٹی جائے ۔

ختنہ کرانے کی حکمت

مرد کا ختنہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ختنہ کیے بغیر مرد کے لیے پیشاب سے مکمل طہارت و پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ پیشاب کے کچھ نہ کچھ قطرات اس چمڑی کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں جس کی بنا پر خدشہ ہے کہ بعد میں نکل کر کپڑے اور بدن کو نجس اور ناپاک کر دینگے. اسی لیے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ختنہ کی سلسلہ میں سختی کیا کرتے تھے. امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس معاملہ میں بہت سختی برتتے تھے اور ان سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر وہ ختنہ نہ کروائے تو اس کا نہ تو کوئی حج ہے اور نہ ہی نماز"۔(4)

یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں ختنہ کی رسم مشترک ہے جبکہ یہودیت آٹھویں دن اور عیسائیت کسی بھی وقت اور مسلمان پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرواتے ہیں۔ یہودیت میں یہ بات قدرے مختلف ہے کہ اس کو اللہ کا عہد مانا جاتا ہے، اور اپنے آنے والی نسل کے لیے ایک عہد لکھا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔اگر ختنہ وقت پر نہ کیا جائے تو یہودیت میں اس کو عہد کی خلاف ورزی قرار دی جاتی ہے ۔ اسلام میں بیٹے کی پیدائش پر دو اور بیٹی کی پیدائش پر ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے اور سر منڈوانے کے بعد اس پر زعفران لگایا جاتا ہےاور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی جاتی ہے۔یہودیت میں ذبیحہ کا خون بچے کے سر پر ملا جاتا ہے۔

سامی(الہامی) مذاہب میں قربانی کی اہمیت کا تصور اور مختلفات

موجودہ یہودیت میں ان کے ہاں قربانی کا مقصد اپنے دیوتا یہودا کو خوش کرنا، اس کی توجہ اپنی طرف کرنا اور اپنے گناہوں کی تلافی کرنا ہے۔عبادت گاہوں میں جو آگ لگائی جاتی ہے اس میں قربانی کے جانور کو ڈالا جاتا ہے۔ یہودی چونکہ سات کے عدد کو معتبر مانتے ہیں اس لیے ہر مہینے کے ساتویں دن قربانی کا اہتمام کرتے ہیں۔ گوشت کو غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں اور جو بچ جائے اسے جانوروں کے سامنے ڈال دیتے ہیں۔

عیسائیوں کے اکثر فرقے مثلاً کیتھولک، آرتھوڈوکس اور ہائی چرچ اینجلیکن وغیرہ قربانی کے قائل ہیں۔

جبکہ پروٹسٹنٹ کے ہاں چوں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پھانسی کے پھندے پر جھول گئے (نعوذ باللہ)، لہٰذا ان کی قربانی ہماری جانب سے بھی ہوگئی۔ اب مزید قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قربانی سابقہ امتوں میں بھی تھی اور اس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں قابیل اور ہابیل سے شروع ہوا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ﴾(5)

ترجمہ:"اور انہیں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بھی ٹھیک ٹھیک سنا دیجئے جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی"۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اِس آیت کے تحت حضرت اِبن عباسؓ سے رِوایت نقل کی ہے کہ ہابیل نے مینڈھے کی قربانی کی اور قابیل نے کھیت کی پیداوار میں سے کچھ غلہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی، اُس زمانے کے دستور کے موافق آسمانی آگ نازل ہوئی اور ہابیل کے مینڈھے کو کھا لیا، قابیل کی قربانی کو چھوڑ دِیا۔(6)

اِس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا عبادت ہونا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور اس کی حقیقت تقریباً ہرملت میں رہی، البتہ اس کی خاص شان اور پہچان حضرت اِبراہیم و حضرت اِسماعیل علیہما السلام کے واقعے سے ہوئی، اور اسی کی یادگار کے طور پر اُمتِ محمدیہ پر قربانی کو واجب قرار دیا گیا۔

جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلیل القدر نبی و پیغمبر ہیں۔ اولاد آدم کی سب سے عظیم قربانی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹےاسماعیل ؑکو ذبح کر رہا ہوں۔ نبیوں کا خواب سچا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا تھا، چنانچہ صبح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: بیٹے میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں میں اپنے ہاتھ سے تجھے بحکمِ الٰہی ذبح کررہا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾[7]

ترجمہ:"اے میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں آپ کو ذبح کرتا ہوں پس بیٹا آپ کی کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کیا ہی خوب جواب دیا۔ ابا جان، آپ کو جو حکم ہوا ہے، اس پر عمل کر گزریے، آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے لے کر چلے اور منیٰ میں ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لی، جب منیٰ میں داخل ہونے لگے، آپؑ کے بیٹے کو شیطان بہکانے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا تو شیطان کو "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا دونوں باپ بیٹے آگے بڑھے تو پھر زمین نے اسے چھوڑ دیا کچھ دور جاکر شیطان پھر بہکانے لگا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں وہ پھر زمین میں دھنس گیا، یہ دونوں آگے بڑھے زمین نے اسے چھوڑ دیا تو یہ شیطان پھر سے ورغلانے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اسے "اللہ اکبر" کہہ کر سات کنکریاں ماریں پھر وہ زمین میں دھنس گیا اس کے بعد آگے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کی بل لٹادیا۔

ایک بزرگ نے فرمایا تیسری دفعہ شیطان عورت کی شکل میں حضرت ہاجرہؓ کے پاس آیا اور کہا تمہیں معلوم ہے یہ اسماعیل کو کہاں لے کر گئے ہیں؟ حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دوست سے ملنے گئے ہیں؟ تو شیطان نے کہا وہ تو اسے ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا تو شیطان خبیث کے منہ سے نکل گیا، اللہ کا حکم ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کا جواب یہ تھا: اگر اللہ

نے حکم دیا ہے تو ایک اسماعیل کیا سو اسماعیل بھی قربان ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا، ابھی ذبح کرنے نہ پائے تھے کہ آسمان سے ندا آئی "یا ابراہیم قد صدّقت الرُّؤیا"۔ یعنی اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، پھر اللہ نے ایک مینڈھا بھیجا جسے اپنے بیٹے کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا۔ ذبح تو کیا مینڈھا اور ثواب مل گیا بیٹے کی قربانی کا۔

اسی قربانی کی یادگار میں اہلِ ایمان ہر سال جانوروں کے قربانی کرتے ہیں۔ حج کے موقع پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان کی ابتدا بھی اسی واقعے سے ہوتی ہے ،حجاج ان ہی تین جگہوں پر کنکریاں مارتے ہیں ،جہاں شیطان زمین میں دھنس گیا تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانوروں کی قربانی کرنا عبادت میں شمار ہوگیا۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کی امت کے لیے بھی قربانی مشروع کی گئی، ہر صاحب حیثیت پر قربانی واجب ہے اور اگر کسی کی اتنی حیثیت نہ ہو اوروہ قربانی کردے ،تب بھی عظیم ثواب کا مستحق ہو گا۔

حضرت زیدبن ارقمؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے لیے اس میں کیا ثواب اور اجر ہے ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اگر اون والا جانور ہو (یعنی دنبہ ہو جس کے بال بہت ہوتے ہیں) اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے"۔ [8]

مذکورہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا عید الاضحی کے دن قربانی کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب

ترین عمل ہے، پس جو عمل محبوب حقیقی کو محبوب ہو، اسے کس قدر محبت اور اہتمام سے کرنا چاہیے، اس دن قربانی کرنا ہمیں اللہ سے کتنا قریب لے جائے گا اور ہم پر سے کتنی مصیبتیں ٹل جائیں گی، اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، اگران تین دنوں میں کوئی شخص واجب قربانی نہ کرے اور اس کے بجائے سونا چاندی خرچ کرے اللہ کے راستے میں یا درہم و دینار خرچ کرے یا اور خیر خیرات کے کام کرے، رفاہی

اداروں میں رقم دے، یہ اللہ کو پسند نہیں، سوائے اس کے کہ قربانی کے جانور کے گلے پر چھری پھیرے ،قربانی کے دنوں میں اللہ کو اولاد آدم کا یہ عمل بے حد محبوب ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ دوسرے مذاہب کی بنسبت اسلام میں حکمِ خداوندی کو پورا کرنے اور خاص اللہ کی خوشنودی کے لیے ماہِ ذوالحجہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی جاتی ہے۔یہودیت کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کیے ہوئے حلال جانور کو بھی یہودی کے لیے کھانا جائز نہیں رکھتی۔جبکہ اسلام یہودی کے ہاتھ کے ذبح کیے ہوئے حلال جانوروں کا گوشت کھانا جائز قرار دیتا ہے۔ (اہل کتاب ہونے کی وجہ سے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ ﴾(9)

ترجمہ:"اور کھانا ان لوگوں کا جن کو کتاب دی گئی ہے تمہارے لیے حلال ہے"۔

سامی (الہامی) مذاہب کے خاص ایامِ عبادت میں مختلفات

یہودیت اور بعض عیسائی فرقوں میں سبت عبادت کا دن ہے۔ اسے یہودیوں کے مقدّس دنوں میں سب سے اہم ترین دن سمجھا جاتا ہے۔ سبت، جمعہ کے روز غروب آفتاب سے شروع ہو کر اگلے روز غروب آفتاب تک جاری رہتا ہے۔ یہ دن روایتی طور پر تین ضروری کھانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ غیر آرتھوڈوکس یہودیوں کے لیے جمعے اور ہفتے کی درمیانی رات کا کھانا سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور وہ اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اس کھانے کا آغاز چاول کی روٹی سے ہوتا ہے، جو برکت کے طور پر کھائی جاتی ہے۔ سبت کو امن اور پاکیزگی کا دن سمجھا جاتا ہے۔ اس روز روایتی طور پر اچھے کپڑے پہننے کو اہمیت دی جاتی ہے اور بعض لوگ، پاکیزگی کی علامت کے طور پر سفید کپڑے پہنتے ہیں۔ جمعے کی رات کو گھر میں موم بتیوں کو روشن کیا جاتا ہے اور صبح سویرے عبادت گاہوں کا رُخ کیا جاتا ہے، جہاں اس دن کی مناسبت سے خصوصی عبادات کی جاتی ہیں۔ نیز، سخت نظریات کے حامل یہودی اس روز تمباکو نوشی، آتش بازی، محنت مزدوری اور گاڑیوں میں سفر کرنے سے منع کرتے ہیں۔

یہودیوں نے ہفتہ کا دن پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہیں ہوئی تھی، نصاری نے اتوار کو اختیار کیا، جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی تھی۔ اور اِس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو پسند فرمایا، جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔ (10)

سامی (الہامی)مذاہب میں مقدس تہوار میں مختلفات

عیسائیوں میں کرسمس اور مسلمانوں میں دسویں محرم کو ذوالجناح کا تہوار اور بعض جگہوں پر شبِ برأت کے موقع پر ہندوؤں جیسا رسم ادا کیا جاتا ہے یعنی شبِ برأت کے موقع پر دیوالی جیسے رسوم ادا کیے جاتے ہیں۔

تینوں مذاہب عید کے تہوار کو خوشی سے مناتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان عید کو بھی بطورِ عبادت مناتے ہیں اور اس موقع پر غریبوں کی ہر ممکن مدد کی جاتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ یہودیت اور عیسائیت کے رسومات و تہوارات من گھڑت ہیں اور یہ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ مختلف مواقع پر جن معیوب اور مضر رسموں کا اوپر تذکرہ آیا وہ اسلامی معاشرے کے چہرے پر بدنما داغ ہیں۔ ان رسومات کی پاسداری سے اسلامی تہذیب اور مسلم معاشرہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ اسلام نے جن بلند قدروں کو پروان چڑھانے کی ترغیب دی ہے، وہ نظر انداز ہوجاتی ہیں۔ بعض دفعہ دینی عقائد واحکام کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ سب سے بڑھ کر اسراف وفضول خرچی سے جو مالی خسارہ ہوتا ہے، وہ بہت ہی تباہ کن ہوتا ہے، اصحاب ثروت کی قائم کردہ روایات پر غرباء بھی تقلید کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلاہوکر عزت وآبرو تک داؤ پر لگا بیٹھتے ہیں۔ جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی مقدس تہوار منانا اور خوشی کا اظہار کرنا دراصل اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بیش بہا نعمتوں کو یاد کرکے ان پر شکر ادا کیا جائے۔اسی طرح مسلمانوں کی عید کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ،مناجات ودعا، ایثار و قربانی اور باہمی اتحاد و یکجہتی ہے، نہ کہ محض خوشی و طرب جو روحانیت سے خالی ہو۔

اسلامی تہواروں میں دیگر مذاہب کے تہواروں کی طرح عیش وطرب اور لہو و لعب کی ممانعت ہے، خوشی کی آڑ میں اسراف و تبذیر اور تضیع و تعیش کی ہرگز اجازت نہیں، کیونکہ ان چیزوں کا التزام و رواج خوشی کووبال میں بدل دیتاہے اور معاشرے کے لاچار اور غریب طبقات میں احساسِ کمتری کا باعث بنتا ہے۔ اسلام نے خوشی کے ان مواقع میں سادگی و زہد و قناعت کا بنیادی اُصول بر قرار رکھا ہے، نئے لباس یا عمدہ و مہنگے کھانوں کا کوئی التزام نہیں،بس صاف ستھرا لباس پہننا مسنون ہے، اگرچہ پرانا ہو۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ کھانے پینے میں بھی اپنی وسعت و گنجائش کو مدِ نظر رکھا جائے اور ان مادی اشیاء سے نفس کو طراوت بخشنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استحضار اور ذکر وعبادت سے جی خوش کرنے کا اہتمام کیا

جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال اور اظہار کوئی امرِ ممنوع نہیں، مقصود یہ ہے کہ سادگی و قناعت کا جوہر ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے، ضروری راحت و آرام اور تسکین و تفریح کے سامان سے شرعی حدود میں رہ کر مستفید ہوا جائے اور اغیار کی طرح آرام و آسائش اور تفریح و تسکین کے لیے اسراف و تبذیر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ تہواروں میں سادگی اور قناعت کے یہ مظاہر اسلامی معاشرے میں نجی اور انفرادی خوشی کے مواقع پر گہرا اثر مرتب کرتے ہیں اور یہ شعور اُجاگر کرتے ہیں کہ خوشی منانے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو بے دریغ لٹایا اور ضائع کیا جائے، بلکہ ان کا شکر ہی خوشی کی اصل روح ہے۔ غیرت و حمیت کی بڑھوتری اسلامی تہواروں میں ایسے نشاطات کا اہتمام جو اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں، مباح ہے، مثلاً غیرت و حمیت کا جذبہ موجزن کرنے کے لیے نظمیں اور ترانے پڑھنا، یا جہادی مظاہروں اور کھیلوں کا انعقاد کرنا۔ اس سے معاشرے میں جذبۂ حریت، قومی و ملی غیرت اور اسلامی حمیت روزافزوں ہوتی ہے اور تفریح کا مناسب سامان بھی مہیا ہوتا ہے۔ ان مثبت تفریحی سرگرمیوں کا اسلامی معاشرے پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور من حیث القوم ایک نشیط، بیدار مغز اور پر حمیت نسل پروان چڑھتی ہے۔ اسلامی تہواروں کے ان اثرات و مقاصد کے پیش نظر اب قابل غور امر یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں رواج پانے والے اغیار کے رسوم و تہوار اور ان میں نسل نو کی دلچسپی سے کیا معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے ؟ہر گز نہیں!بلکہ مسلمانوں کے اپنے تہوار بھی ان اثرات و مقاصد کو کھو دیں گے، جو ان کی اصل روح ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، كِتَاب الطَّهَارَةِ، باب خِصَالِ الْفِطْرَةِ، ج1، ص221، رقم الحدیث:257۔ حکم: صحیح

2 البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، كِتَاب الِاسْتِئْذَانِ، بَابُ الْخِتَانِ بَعْدَ الْكِبَرِ وَنَتْفِ الإِبْطِ، ج، ص، رقم الحدیث: 6298۔ النیشاپوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، كِتَاب الْفَضَائِلِ ، باب مِنْ فَضَائِلِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج4، ص1839، رقم الحدیث:2370۔ حکم: صحیح

3 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر بن ایوب، تحفۃ المودود بأحکام المولود، مکتبۃ دار البیان، دمشق، 1391ھ، 1971ء، ج1، ص158، 159۔

4 ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، مكتبة القاهرہ، مصر، 1388ھ، 1968ء، ج1، ص115۔

5 سورۃ المائدۃ:27

6 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبة للنشر والتوزیع، 1420ھ، 1999ء، ج3، ص81، 82۔

7 سورۃ الصافات:102

8 ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، كِتَابُ الْأَضَاحِي، بَابُ : ثَوَابِ الْأُضْحِيَّةِ، ج2، ص1045، رقم الحدیث: 3127۔ حکم: سند میں ابو داود النخعی متروک الحدیث بلکہ متہم بالوضع راوی ہے، ملاحظہ ہو: المشکاۃ:1476

9 سورۃ الصافات:102

10 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، ج1، ص290۔